نماز کی "۲" رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ہے۔

تحریر: فیصل کریم

نظر ثانی: مفتی آصف بن اسماعیل المدنی

قرأت یعنی نماز میں قرآن کا پڑھنا "۲" رکعتوں میں فرض ہے: چنانچہ ثقہ، حافظ الحدیث، ثبت، فقیہ، امام نعمان بن ثابت، ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ

ينبغي للأمام والذي يصلي وحده ان يقرأ في الركعتين الأوليين من كل صلاة بأم القرآن وسورة معها وأما (في) الركعتين الأخريين من العشاء والظهر والعصر والركعة الثالثة من المغرب فانه يقول ان شاء قرا في ذلك بفاتحة الكتاب وان شاء سكت ولم يقرأ شيئا وان شاء سبح وان يقرأ بفاتحة الكتاب أحب الينا۔

امام اور منفرد کے لئے ضروری ہے کہ ہر نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کسی دیگر سورت کی تلاوت کرے، جبکہ عشاء، ظہر اور عصر کی اخیری دو رکعتوں اور مغرب کی تیسری رکعت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ چاہے تو سورہ فاتحہ پڑھے چاہے خاموش رہے کچھ نہ پڑھے، چاہے تسبیح پڑھے، البتہ سورہ فاتحہ پڑھنا ہمیں زیادہ پسند ہے۔ (**الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱: ص۱۰۶**)

- ثقہ، ثبت، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ

وأفضل للإمام، والذي يصلي وحده أن يقرأ في الأخريين من الظهر والعصر والعشاء، وفي الثالثة من المغرب بفاتحة الكتاب، وإن شاء سبح، وإن شاء سكت۔

امام اور منفرد کے لئے افضل یہ ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی اخیری دو رکعتوں اور مغرب کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے، اور چاہے تو تسبیح پڑھے، چاہے خاموش رہے۔ (**مختصر الطحاوی: ص۲۸**)

- حافظ ابوبکر جصاص الرازیؒ (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ

فرض القراءة عندنا في ركعتين من الصلاة۔

نماز کی دو رکعتوں میں قراءت کرنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔ (**شرح مختصر الطحاوی للجصاص: ج۱: ص۶۶۳**)

- الامام الکبیر، احمد بن منصور الاسبیجابیؒ (م بعد ۴۸۰ھ) فرماتے ہیں کہ

قال أصحابنا: القراءة فرض في الركعتين بغير أعيانهما إن شاء في الأوليين وإن شاء في الأخريين، وإن شاء في الأولى والرابعة، وإن شاء في الثانية والثالثة، وأفضلها في الأوليين۔

ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ غیر متعینہ طور پر دو رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ہے، چاہے پہلی دو رکعتوں چاہے اخیری دو رکعتوں میں، چاہے پہلی اور چوتھی میں، چاہے دوسری اور تیسری میں، البتہ پہلی دو رکعتوں میں افضل ہے۔(**شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی** بحوالہ البنایہ شرح الہدایہ: ج ۲: ص ۵۲۳)

- حافظ ابوالحسین القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) نے بھی یہی بات ''**شرح مختصر الکرخي**'' میں کہی ہے۔(بحوالہ **البنایہ شرح الہدایہ: ج ۲: ص ۵۲۳**)

- ملک العلماء، امام ابوبکر الکاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ

''المفروض هو أصل القراءة عندنا من غير تعيين، فأما قراءة الفاتحة والسورة عينا في الأوليين فليست بفريضة ولكنها واجبة على ما يذكر في بيان واجبات الصلاة (وأما) بيان محل القراءة المفروضة فمحلها الركعتان الأوليان عينا في الصلاة الرباعية هو الصحيح من مذهب أصحابنا۔۔۔۔۔۔وأما في الأخريين فالأفضل أن يقرأ فيهما بفاتحة الكتاب''

غیر معینہ طور پر (یعنی سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت کی تعیین کے بغیر) مطلق قراءت کرنا ہمارے نزدیک فرض ہے، البتہ سورہ فاتحہ اور کسی دیگر سورت کا معینہ طور پر پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا یہ فرض نہیں بلکہ واجب ہے، جیسا کہ واجبات نماز میں ذکر کریں گے، رہا فرض قراءت کی ادائیگی کی جگہ تو وہ چار رکعات والی نماز کی پہلی دو رکعتیں متعین ہیں، ہمارے اصحاب (کے مذاہب میں) کا صحیح مذہب یہی ہے،۔۔۔۔۔۔۔۔ رہی دوسری دو رکعتیں تو افضل یہ ہے کہ ان میں سورہ فاتحہ پڑھے۔(**بدائع الصنائع: ج ۱: ص ۱۱۰**)

اس تفصیل سے ''۴'' باتیں معلوم ہوئی: کہ

* نماز کی صرف ''۲'' رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔
* اور وہ ''۲'' رکعتیں، پہلی اور دوسری رکعت ہوگی۔
* نیز پہلی اور دوسری رکعت میں فاتحہ اور دوسری سورت کی قراءت کرنا واجب ہوگا، کیونکہ وہ واجبات نماز میں سے ہیں، اگر ان کو ترک کیا تو سجدہ سہو کرنا ہوگا۔[۱]
* پہلی ''۲'' رکعتوں میں قراءت کرنے کے بعد، باقی رکعتوں فاتحہ پڑھنا مسنون ہے۔

---

(۱) نماز میں صرف قراءت کرنے کا حکم تو فرض ہے، لیکن خاص پہلی اور دوسری رکعت میں قراءت کرنے کا حکم واجب ہوگا، اور یہ حکم میں فرق نص کے صحت کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔

اب اس دلائل ملاحظہ فرمائیں:

- نماز کی صرف ''۲'' رکعتوں میں قراءت فرض ہے، اس کی دلیل ذکر کرتے ہوئے، مشہور فقیہ، امام عبد اللہ بن محمود الموصلیؒ (م ۶۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''القراءة فرض في ركعتين لقوله تعالى: {فاقرءوا ما تيسر من القرآن}''

نماز کی ''۲'' رکعتوں میں قرات کرنا فرض ہے، اللہ کے ارشاد:

"فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ"

[قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھو] کی وجہ سے۔ **(الاختیار لتعلیل المختار للموصلی: ج ۱: ص ۵۶)**

- ملک العلماء، امام ابو بکر الکاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ

''(ولنا) قوله تعالى: {فاقرءوا ما تيسر من القرآن}، ومطلق الأمر للوجوب وقول النبي - صلى الله عليه وسلم -: لا صلاة إلا بقراءة۔

اور ہماری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے {فاقرءوا ما تیسر من القرآن} [قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھو] اور مطلق امر وجوب کیلئے ہوتا ہے، نیز ہماری دلیل حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلا قرآت کوئی نماز نہیں۔ **(بدائع الصنائع: ج ۱: ص ۱۱۰)**

- حافظ ابو الحسین القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) کہتے ہیں کہ

''لنا: قوله تعالى: {فاقرءوا ما تيسر من القرءان}، وقوله - صلى الله عليه وسلم -: (لا صلاة إلا بقراءة).

وظاهره يقتضي جواز الصلاة بالقراءة في ركعتين وفي ركعة واحدة لو لا الدلالة''

اور ہماری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھو، اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بغیر قراءت کے کوئی نماز نہیں، اور اس کا ظاہر یہ تقاضہ کرتا ہے کہ دو رکعت یا ایک رکعت میں قرآت کرنے سے بھی نماز ہو جائے، اگر دلالت نہ ہوتی۔ **(التجرید للقدوری: ج ۲: ص ۵۰۳)**

- حافظ ابو بکر جصاص الرازیؒ (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ

''فأما الدليل على وجوب القراءة في الصلاة، فقول الله تعالى: فاقرءوا ما تيسر من القرءان، وظاهره الإيجاب''

نماز میں قرآت کے وجوب کی دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھو، اس کا ظاہر وجوب کا تقاضہ

کرتا ہے۔(شرح مختصر الطحاوی للجصاص: ج۱: ص۶۶۹)

اور احادیث میں ہے:

- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''أمرنا أن نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر''

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگ ''فاتحة الكتاب'' سورۂ فاتحہ اور جو میسر ہو پڑھیں۔(سنن ابی داود: حدیث نمبر ۸۱۸، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) اور حافظ ابن سید الناسؒ (م۷۳۴ھ) نے اس کی سند صحیح کہا ہے، سنن ابی داود بتحقیق الأرنؤوط: ج۲: ص۱۱۲)

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ:

''لا صلاة لمن لم يقرأ بأم القرآن فصاعدا''

اس شخص کی نماز نہیں، جس نے سورۃ الفاتحہ اور کچھ مزید نہیں پڑھا۔(صحیح مسلم: ج۱: ص۲۹۴-۲۹۵)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، اسی وقت ایک شخص بھی مسجد میں آئے، انہوں نے نماز پڑھی، پھر حضور ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا، اور فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گئے اور نماز پڑھی، پھر آکر سلام کیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ شخص کہنے لگے: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں تو اس سے اچھی نماز نہیں جانتا، آپ ﷺ مجھے سکھلا دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، ''ثمّ اقرأ ما تيسّر معك من القرآن'' پھر جو تم کو میسر ہو قرآن پڑھو، پھر رکوع کرو، یہاں تک کہ تم اطمینان کے ساتھ جم کر رکوع کرو۔

نوٹ:

اس روایت میں ایک شخص کو نماز سکھائی جا رہی ہے اور بار بار دہرایا جا رہا ہے؛ یہاں تو ضروری تھا کہ سورۂ فاتحہ کے فرض ہونے کی طرف متوجہ کرتے؛ مگر آپ ﷺ نے صرف قرآن پڑھنے کا ذکر فرمایا۔

ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ فرض نہیں، بلکہ اصل قرأت فرض ہے، **وہ بھی صرف ''دو'' رکعتوں میں،** کیونکہ قرآن کی آیت ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' کی تشریح میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا قول ''أمرنا أن نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی: ''لا صلاة لمن لم يقرأ بأم القرآن فصاعدا'' ہیں، جیسا کہ ملک العلماء، امام ابوبکر الکاسانیؒ (م۵۸۷ھ) اور

حافظ الحدیث، امام القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) کا حوالہ گزر چکا، یعنی "فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" سے مراد فاتحہ اور اس کے علاوہ دوسری اور سورت بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوحفص الغزنویؒ (م ۷۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''أن قول: {مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ} أعم من أن يكون فاتحة الكتاب أو غير ذلك كسورة الإخلاص والكوثر والعصر وغيرها كما أن الفاتحة متيسرة لهم فكذلك سورة الإخلاص فتعيين الفاتحة بالإرادة من الآية دون سورة الإخلاص وغيرها ترجيح بلا مرجح وتخصيص بلا مخصص وهو مكابرة ظاهرة''

اللہ تعالیٰ کا قول ''قرآن میں سے جو میسر'' عام ہے، چاہے وہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی سورت جیسے سورہ اخلاص، سورہ کوثر، وغیرہ، جیسے سورہ فاتحہ ان کے لئے میسر تھی اسی طرح سورہ اخلاس بھی، پس اس آیت سے یہ مراد لینا کہ اس سے سورہ فاتحہ ہی متعین ہے نہ کہ سورت اخلاص یا کوئی اور سورت، یہ بلا مرجح کہ ترجیح اور بلا مخصص کے تخصیص کرنا ہے، اور یہ کھلا ہوا مکابرہ ہے۔(**الغرة المنيفة في تحقيق بعض مسائل الإمام أبي حنيفة: ص ۴۱**)

لہذا اگر ہم نماز میں ''فاتحة الكتاب وما تيسر'' کے قراءت کی جگہ احادیث میں دیکھیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز کی صرف ''۲'' رکعتیں ہیں، چنانچہ حضرت ابوقتادہ ﷛ سے روایت ہے کہ ''أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأوليين من الظهر والعصر، بفاتحة الكتاب وسورة ويسمعنا الآية أحيانا، ويقرأ في الركعتين الأخريين بفاتحة الكتاب'' آنحضرت ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھتے تھے، اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔(**صحیح بخاری: حدیث نمبر ۷۷۶، صحیح مسلم: ج ۱: ص ۳۳۳، حدیث نمبر ۴۵۱**)

لہذا ثابت ہوا کہ قرآن کی آیت "فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" میں جو قراءت کی فرضیت ثابت ہوئی، وہ صرف کی نماز کی ''۲'' رکعتوں میں ہیں۔

- او پھر جہری نمازیں مثلاً فجر، مغرب، عشاء وغیرہ کی صرف پہلی ''۲'' رکعتوں میں قرات جہری ہوتی ہے، باقی رکعتوں میں نہیں ہوتی۔ اگر فاتحہ تمام رکعت میں فرض ہوتی، تو جس طرح جہری نماز میں ''پہلی دو رکعتوں میں قراءت کو جہراً پڑھا گیا، اسی طرح آخری ''۲'' رکعتوں میں بھی پڑھا جاتا۔ مگر خصوصیت کے ساتھ صرف ''۲'' رکعتوں میں جہراً قراءت کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ

قراءت صرف ''۲''ہی رکعتوں میں فرض ہے۔واللہ اعلم[۱]

غالباً یہی وجہ ہے کہ باقی ''۲'' رکعتوں میں قراءت کی عدم فرضیت کو واضح کرنے لئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''اقرأ في الأولیین، وسبح في الأخریین ''نماز کی پہلی ''۲'' رکعتوں میں قراءت کرو اور آخری ''۲'' رکعتوں میں تسبیح بیان کرو۔ چنانچہ ثقہ، حافظ، امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

نا شريك، عن أبي إسحاق، عن علي وعبد الله، أنهما قالا: اقرأ في الأوليين، وسبح في الأخريين۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۳۷۶۳**)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**تقریب**)

(۲) شریک بن عبد اللہ النخعیؒ (م ۱۷۷ھ) کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ ''صدوق تكلم فيه

---

(۱) یہاں پر احناف نے ایک باریک فرق کیا ہے کہ فاتحہ ودوسری سورت کی قراءت تو صرف ''۲'' رکعتوں میں فرض ہے، مگر نماز کی پہلی اور دوسری رکعتوں میں اس کی قراءت کرنا واجب ہے، کیونکہ تواتر کے ساتھ یعنی قرآن سے صرف ''۲'' رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ثابت ہوا اور خبر احاد سے ان ''۲'' رکعتوں کی تعیین ثابت ہوئی اور وہ نماز کی پہلی اور دوسری رکعتیں ہے، جیسا کہ ابو قتادہؓ کی روایت گزر چکی، لہذا ''۲'' رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور نماز کی پہلی اور دوسری رکعتوں میں فاتحہ ودوسری سورت کی قراءت واجب ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین الزیلعیؒ (م ۷۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''والزيادة عليه بخبر الواحد لا تجوز ولكنه يوجب العمل به فقلنا بوجوبهما''

کتاب اللہ پر خبر واحد کے ذریعہ اضافہ کرنا جائز نہیں، لیکن خبر واحد جس حکم پر مشتمل ہوتی ہے، اس (حکم) پر عمل کو واجب قرار دیتی ہے، پس ہم نے ان دونوں (یعنی سورہ فاتحہ اور ضم سورت) کو واجب کہا۔ (**تبیین الحقائق: ج۱: ص ۱۰۵**)

- امام اکمل الدین البابرتیؒ (م ۷۸۶ھ) کہتے ہیں کہ

''أن الركن لا يثبت إلا بدليل قطعي، وخبر الواحد ليس بقطعي لكنه يوجب العمل به فقلنا به''

رکن دلیل قطعی سے ہی ثابت ہوتا ہے، جبکہ خبر واحد قطعی نہیں ہوتی، لیکن وہ خود پر عمل کے وجوب کا تقاضا کرتی ہے، پس ہم اس کو واجب قرار دیا۔ (**العنایۃ شرح الہدایۃ: ج۱: ص ۲۹۴**)

- صاحب ہدایہ، امام المرغینانیؒ (م ۵۹۳ھ) اور ملک العلماء، امام ابوبکر الکاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ (**الہدایۃ: ج۱: ص ۵۰، البدائع الصنائع: ج۱: ص ۱۶۰**)

من قبل حفظه فحديث حسن لو انفرد و لم يخالف ''۔(موافقة الخبر الخبر لا بن حجر: ج ۲:ص ۲۶٦)

لہذا وہ صدوق تو ہیں، مگر مختلط بھی تھے، اور یہاں ان کے متابع بھی موجود ہیں، جس کی تفصیل آ گے آ رہی ہے، لہذا یہاں ان پر کلام ہی فضول ہے۔

(۳)　ابو اسحاق، عمرو بن عبداللہ السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) ثقہ، مکثر، حافظ الحدیث ہیں، البتہ ان کا آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ (تقریب: رقم ۵۰۶۵)

نوٹ نمبر ۱:

شریک بن عبداللہ النخعیؒ (م ۱۷۷ھ) نے ابو اسحاق السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔(مصباح الزجاجة: ج ۱:ص ۱۲۷، ت عوض بن احمد الشہری)

(۴)　حضرت علی بن ابی طالبؓ (م ۴۰ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، لیکن یہاں ایک علت خفی ہے اور وہ یہ کہ اس روایت میں ابو اسحاق، عمرو بن عبداللہ السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) نے ''حارث الاعور'' سے تدلیس کی ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو الأحوص، عن أبي إسحاق، عن الحارث، عن علي؛ أنه قال: يقرأ في الأولیين، ويسبح في الأخريين۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۳۷۶۴)

ابو الاحوص سے مراد ثقہ، متقن، سلام بن سلیم الحنفی، ابو الاحوص الکوفیؒ (م ۱۷۹ھ) ہیں۔ انہوں نے ابو اسحاق السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔(مصباح الزجاجة: ج ۱:ص ۱۲۷، ت عوض بن احمد الشہری)

نیز ان کے متابع میں سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) بھی موجود ہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۳۷۶۸)،

وضاحت:

اس سند میں ''أبي إسحاق، عن الحارث، عن علي'' کی تصریح ہے۔ اور الحارث الاعورؒ (م ۶۵ھ) متابعات میں مقبول ہیں۔(الترغیب والترهیب للمنذری: ج ۲:ص ۳۷۹)

اس حدیث علیؓ میں ان کے متابع میں ثقہ راوی، عبیداللہ بن ابی رافعؒ موجود ہیں، چنانچہ الحافظ الکبیر، امام عبدالرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ

عن معمر، عن الزهري، عن عبيد الله بن أبي رافع قال: كان - يعني عليا - يقرأ في الأولين من الظهر و العصر بأم القرآن و سورة، و لا يقرأ في الأخريين۔

عبید اللہ بن ابی رافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے، اور اخیری دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ **(مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۲۶۵۶)**

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور محدث بدر الدین العینیؒ (م۸۵۵ھ) نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ **(نخب الافکار: ج۴: ص۲۴۱)**، اور معمر بن راشدؒ (م۱۵۳ھ) ''صاحب الزهري كان من أثبت الناس فيه'' ہیں۔ **(ہدی الساری: ج۲: ص۹۸)**

لہذا الحارث الاعورؒ (م۶۵ھ) پر کلام فضول و بیکار ہے اور یہ روایت حضرت علیؓ سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

اور جہاں تک ابن مسعودؓ کی روایت کے متابع کی بات ہے، تو امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م۳۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا علي بن عبد العزيز، ثنا حجاج بن المنهال، ثنا حماد بن سلمة، عن حماد، عن إبراهيم، أن ابن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام و كان إبراهيم يأخذ به، و كان ابن مسعود إذا كان إماما قرأ في الركعتين الأولين، و لا يقرأ في الأخريين بشيء۔

ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ ابن مسعودؓ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے، خود ابراہیم نخعیؒ بھی اسی پر عمل کرتے تھے، اور ابن مسعودؓ جب امام ہوتے تو پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرتے اور اخیری دو رکعتوں میں کچھ نہ پڑھتے۔ **(المعجم الکبیر للطبرانی: ج۹: ص۲۶۴)**

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور مراسیل ابراہیم النخعیؒ، ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح ہیں، خاص طور سے جب کہ وہ ابن مسعودؓ سے مروی ہوں۔ **(مجلہ الاجماع: ش۱۱: ص۱)**

اور ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) اور ان کے شاگرد، حماد بن ابی سلیمانؒ (م۱۲۰ھ) کی ''عنعنہ'' بھی مقبول ہے، کیونکہ وہ دونوں حضرات طبقات ثانیہ کے مدلس ہیں۔ **(طبقات المدلسین لابن حجر: ص۳۰، ۲۸)**

نیز کہا جاتا ہے کہ حماد بن ابی سلیمانؒ (م۱۲۰ھ) کا آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، لیکن حماد بن سلمہؒ (م۱۶۷ھ) نے ان سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔ (تہذیب الکمال: ج۷: ص۲۷۲)[۱]

---

(۱)　حماد بن ابی سلیمانؒ (م۱۲۰ھ) اصطلاحی طور پر مختلط نہیں ہوئے تھے، دیکھئے ص: ۱۷۔

مزید یہ کہ حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ)، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں ثبت ہیں۔ (دیکھئے ص:)،

الغرض یہ روایت صحیح مرسل ہیں۔

ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ بھی نماز کی آخری ''۲'' رکعتوں میں قراءت کے فرضیت کے قائل نہیں تھے۔

اور حافظ ابن المنذرؒ (م ۳۱۹ھ) فرماتے ہیں کہ

''وقالت طائفة: يقرأ في الأوليين بفاتحة الكتاب وما تيسر، وفي الآخريين إن شاء قرأ وإن شاء سبح، وإن لم يقرأ ولم يسبح جازت صلاته، هذا قول سفيان الثوري وأصحاب الرأي، وقد روينا عن علي بن أبي طالب أنه قرأ في الأولتين، وسبح في الآخرتين، وبه قال النخعي''۔

اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور جو میسر ہو اس کی قراءت کی جائے گی، اور دوسری دو رکعتوں میں چاہے قراءت کرے چاہے تسبیح پڑھے، اور اگر نہ قرآت کی نہ تسبیح پڑھی جب بھی اس کی نماز ہو جائے گی، یہ سفیان ثوریؒ اور اصحاب الرأي کا قول ہے، اور حضرت علیؓ سے ہم نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی اور اخیری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھی، ابراہیم نخعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ **(الاشراف علی مذاہب العلماء لابن المنذر: ج ۲: ص ۱۶)**

- فرض نماز کی آخری دو رکعتوں اور مغرب کی آخری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے، چنانچہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھتے تھے، اور **''ويقرأ في الركعتين الأخريين بفاتحة الكتاب''** آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ **(صحیح بخاری: حدیث نمبر ۷۷۶، صحیح مسلم: ج ۱: ص ۳۳۳، حدیث نمبر ۴۵۱)**